www.paksights.com

سوال نمبر 1

(ا)

ترجمہ:

اور ٹک کر رہو اپنے گھروں میں اور نہ سج دھج دکھاتی پھرو۔ سج دھج جاہلیت کے پہلے زمانے کی سی اور نماز قائم رکھو اور زکوٰۃ ادا کرتی رہو اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت کرو۔ پس اللہ تعالیٰ تو یہی چاہتا ہے کہ دور کرے تم سے گندگی اے اہل بیت اور تم کو پوری طرح پاک کر دے۔

تشریح:

تشریح طلب آیت مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کچھ احکام صادر فرما رہے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی عبادات میں سب سے بڑی عبادت نماز ہے۔ نماز کی پابندی کرو اور خشوع خضوع سے نماز پڑھو۔ اپنی نمازوں کی حفاظت کرو۔ سورۃ المومنون میں بھی یہی صفات بیان ہوئی ہیں۔ قرآن مجید میں ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

الَّذِيْنَ هُمْ فِيْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ ۔ (المومنون:2)

دوسری خوبی ازواج مطہرات کو جو نصیحت کے طور پر بتائی جا رہی ہے وہ زکوٰۃ کے بارے میں ہے کہ زکوٰۃ دیتی رہو۔

قرآن مجید میں ارشاد ہے۔

وَالَّذِيْنَ هُمْ لِلزَّكٰوةِ فَاعِلُوْنَ ۔ (المومنون:4)

اور وہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں۔

زکوٰۃ نکالتے رہو یعنی مخلوق کے ساتھ بھی نیک سلوک کرو، ہمدردی کرو، مہربانی کرو۔

کرو مہربانی تم اہل زمین پر
خدا مہربان ہو گا عرش بریں پر

نماز اور زکوٰۃ کا قرآن مجید میں اکٹھا ذکر بار بار آیا ہے۔ جس احکام میں سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے خاص احکامات ہیں۔ ان کا خوش دلی سے ادا کرنا ہی نجات ہے۔ ان خاص احکام کی بجا آوری کا حکم دے کر پھر عام طور پر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرنے کا حکم دیا ہے۔

جس سیاق و سباق میں یہ آیت وارد ہوتی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں اہل بیت سے مراد نبی ﷺ کی بیویاں ہیں۔ کیونکہ خطاب کا آغاز ہی يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ کے الفاظ سے کیا گیا ہے۔ یہ آیت اس بات پر دلیل ہے کہ رسول خدا ﷺ کی بیویاں ان آیات میں اہل بیت میں داخل ہیں۔ اس لئے یہ آیت اہل بیت کے بارے میں نازل ہوئی۔ حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ تو بازاروں میں منادی کرتے پھرتے تھے کہ یہ آیت نبی ﷺ کی بیویوں ہی کے بارے میں خاصۃً نازل ہوئی ہے۔

www.paksights.com

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بھی یہی مروی ہے۔

حضرت اُمّ سلمٰی رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ذکر آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا۔ آیت تطہیر تو میرے گھر میں اُتری ہے۔ آپ میرے ہاں آئے اور فرمایا کسی اور کو آنے کی اجازت نہ دینا تھوڑی دیر میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں اب بھلا میں بیٹی کو باپ سے کیسے روکتی پھر حضرت حسن رضی اللہ عنہ آئے نواسے کو نانا سے کون روکے پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے میں نے انہیں بھی نہ روکا پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے ہیں انہیں بھی نہ روک سکی جب یہ سب جمع ہو گئے تو جو چادر حضرت اوڑھے ہوئے تھے اُسی میں اُن سب کو لے لیا اور کہا الٰہی یہ میرے اہل بیت ہیں۔ ان سے پلیدی دور کر دے اور انہیں خوب پاک کر دے۔

نبی پاک ﷺ کے اہل بیت میں آپ ﷺ کی ازواج مطہرات بھی داخل ہیں۔ اور آپ کی اولاد بھی بلکہ زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ آیت کا اصل خطاب ازواج سے ہے اور اولاد مفہوم لفظ کے اعتبار سے اس میں شامل قرار پاتی ہے۔ اسی بنا پر ابن عباس اور عروہ بن زبیر اور عکرمہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت میں اہل بیت سے مراد ازواج النبی ہیں۔

ابن ابی حاتم کی روایت ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا:

''تم اس شخص کے متعلق پوچھتے ہو جو رسول اللہ ﷺ کے محبوب ترین لوگوں سے تھا اور جس کی بیوی حضور ﷺ کی وہ بیٹی تھی جو آپ ﷺ کو سب سے بڑھ کر محبوب تھی۔

آیت مبارکہ کے آخر میں لفظ ''وَاذْكُرْنَ'' استعمال ہوا ہے جس کے دو معنی ہیں۔

(i) یاد رکھو (ii) بیان کرو

پہلے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ اے نبی ﷺ کی بیویو! تم کبھی اس بات کو فراموش نہ کرنا کہ تمہارا گھر وہ ہے جہاں سے دنیا بھر کو آیات الٰہی اور حکمت و دانائی کی تعلیم دی جاتی ہے۔ اس لئے تمہاری ذمہ داری بڑی سخت ہے کہیں ایسا نہ ہو اسی گھر میں لوگ جاہلیت کے نمونے دیکھے۔ دوسرے معنی کے لحاظ سے مطلب یہ ہے کہ نبی ﷺ کی بیویو! جو کچھ تم سنو اور دیکھو اسے لوگوں کے سامنے بیان کرتی رہو کیونکہ رسول ﷺ کے ساتھ ہر وقت کی معاشرت سے بہت سی ہدایات تمہارے علم میں ایسی آئیں گی۔ جو تمہارے سوا کسی اور ذریعہ سے لوگوں کو معلوم نہ ہو سکیں گی۔ اسی لئے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ احادیث مروی ہیں۔

کیونکہ اُن کی معاشرت و صحبت سب سے زیادہ تھی۔

اللہ تعالیٰ کے صفاتی ناموں میں سے ایک نام لطیف بھی ہے یعنی مخفی سے مخفی باتوں تک اس کا علم پہنچ جاتا ہے اس سے کوئی چیز چھپی نہیں رہ سکتی۔ وہ ذات اللہ تعالیٰ کی ہے جو دلوں میں وسوسے تک جانتی ہیں۔ پیدا ہونے والے وسوسوں تک اُس کی رسائی ہے۔ اس آیت مبارکہ میں دو چیزوں کا ذکر ثابت ہو گیا ایک آیات اللہ اور دوسرے حکمت۔ آیات اللہ سے مراد تو کتاب اللہ کی آیات ہی ہیں۔ مگر حکمت کا لفظ وسعت والا ہے۔ جس میں وہ تمام دانائی کی باتیں آجاتی ہیں جو رسول پاک ﷺ لوگوں کو سکھلاتے تھے۔

(ب)

ترجمہ: ''محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں مگر وہ اللہ تعالیٰ کے رسول ﷺ اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے''۔

www.paksights.com

شانِ نزول:

اس آیت کا پس منظر مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعتراضات ہیں جن کا جواب سورۃ احزاب میں متفرق مقامات پر بیان ہوا ہے۔

۱۔ آپ ﷺ نے اپنی بہو (زینب بنت جحش) سے نکاح کیا حالانکہ آپ ﷺ کی شریعت میں بیٹے کی منکوحہ باپ پر حرام ہے۔

۲۔ حمئی، اگرچہ حقیقی بیٹا نہیں تب بھی اس کی چھوڑی ہوئی بیوی سے نکاح کر لینا کیا ضروری تھا؟ چاہے وہ نکاح جائز ہی کیوں نہ ہو۔

مخالفین نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے انہی اعتراضات کا جواب اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

تشریح:

اول الذکر کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ:

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ

ترجمہ: ''یعنی جس شخص کی مطلقہ سے آپ ﷺ کا نکاح کیا گیا وہ بیٹا کب تھا کہ اس کی مطلقہ سے نکاح حرام ہوتا کیونکہ آپ ﷺ کی حقیقی اولاد نرینہ نہیں۔''

اور مؤخر الذکر کے بارے میں فرمایا۔

وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ اس کا مطلب یہ ہے کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی حیثیت سے ان پر یہ فرض عائد ہوتا تھا کہ جس حلال چیز کو تمہاری رسموں نے خواہ مخواہ حرام کر رکھا تھا اس کے بارے میں تعصبات کا خاتمہ کر کے اس کی حلت کے معاملے میں ہر قسم کے شک و شبہ کو دور کریں۔

کیونکہ باری تعالیٰ نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا فرض منصبی یہ بھی بتایا ہے۔

وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ (الاعراف ۱۵۷)

ترجمہ: ''اور ان کے لیے سب پاک چیزیں حلال کرتا ہے اور ان پر ناپاک چیزیں حرام کرتا ہے''۔

مزید تاکید کے لیے ارشاد فرمایا گیا ''وہ خاتم النبیین ہیں۔''

لسان العرب میں ہے۔

''ختم کا معنی مہر لگانا ہے اور جس پر مہر لگا دی جائے اس کو مختوم اور مبالغہ کے طور پر مختتم کہتے ہیں۔''

یعنی پہلے انبیاء کی آمد کا سلسلہ جاری تھا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد یہ بند ہو گیا اور اس پر مہر لگا دی گئی۔

یوں ''خاتم النبیین'' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک خصوصی صفت ہے۔ یہ وہ وصف ہے جو کسی اور پیغمبر کو نہیں ملا اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو ختم نبوت کا اعزاز فرما کر عام رسولوں اور نبیوں پر آپ ﷺ کی فضیلت ثابت کر دی اور آپ ﷺ کے آخری نبی صلی اللہ علیہ وسلم ہونے کی شہادت دی۔ خود رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آخری نبی ہونے کی شہادت دی۔

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّ الرِّسَالَةَ وَ النُّبُوَّةَ قَدْ اِنْقَطَعَتْ وَلَا رَسُوْلَ بَعْدِيْ وَلَا نَبِيَّ

ترجمہ: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت کا سلسلہ ختم ہو گیا اور میرے بعد نہ کوئی رسول آئے گا اور نہ کوئی نبی''

www.paksights.com

ایک اور جگہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

اَنَا آخِرُ الْاَنْبِيَاءِ وَاَنْتُمْ آخِرُ الْاُمَمِ.

ترجمہ: ''اب میں آخری نبی ہوں اور تم آخری امت ہو۔''

اسی طرح بخاری و مسلم کی حدیث ہے۔

لَا نَبِيَّ بَعْدِيْ

ترجمہ: ''میرے بعد کوئی نبی نہیں۔''

یہ صفت خاتم الانبیاء آپ ﷺ کی ایک ایسی صفت ہے جو تمام کمالات نبوت و رسالت میں آپ ﷺ کی اعلیٰ فضیلت اور خصوصیت کو ظاہر کرتی ہے کیونکہ عموماً ہر چیز میں تدریجی ترقی ہوئی ہے اور انتہا پر پہنچ کر اس کی تکمیل ہوئی ہے اور جو آخری نتیجہ ہوتا ہے وہی اصل مقصود ہوتا ہے قرآن کریم نے خود اس کو واضح کر دیا ہے۔

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ (المائدہ:3)

ترجمہ ''آج میں نے تمہارا دین مکمل کر دیا ہے اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی ہے۔''

اسی بنا پر اللہ تعالیٰ نے زمانہ جاہلیت کی تمام فرسودہ رسوم کا خاتمہ آپ ﷺ کے ذریعے کروا دیا پھر آخر میں کفار کے اعتراض اول دوم کو رد کرتے ہوئے زور دے کر فرمایا کہ

''اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھنے والا ہے۔''

یعنی اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کہ اس وقت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں اس رسم جاہلیت کو ختم کرا دینا کیوں ضروری تھا اور ایسا نہ کرنے میں کیا قباحت تھی ایسا اس لیے کہ نبوت کا جو سلسلہ حضرت آدمؑ سے شروع ہوا تھا وہ آپ ﷺ کی تشریف آوری سے ختم ہو گیا اور آپ ﷺ کے سوا دوسری کوئی ہستی ان رسوم جاہلیت کو ختم کرنے دوبارہ نہ آ سکے گی۔

(ج)

اور جب عیسیٰ ابن مریمؑ نے کہا اے بنی اسرائیل بے شک میں تمہاری طرف اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تورات میں سے جو کچھ تمہارے ہاتھوں میں ہے اس کی تصدیق کرنے والا ہوں۔ اور میں خوشخبری دینے والا ہوں ایسے رسول کی جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔ پس جب وہ اُن کے پاس روشن دلیلیں لیکر آیا۔ تو وہ بولے یہ کھلا جادو ہے۔

تشریح

وَاِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ

تشریح طلب آیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کے سامنے ایک خطبہ ارشاد فرمایا اس خطبہ کی باتیں اس جگہ ہوئی ہیں۔

اس خطبہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے اپنا رتبہ بیان کر دیا ہے۔ مسیحی آپ کو اللہ تعالیٰ کا بیٹا اور اللہ تعالیٰ مانتے ہیں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فرمودات انجیل میں بھی موجود ہیں اور قرآن نے بھی ان کے ارشادات کا ذکر کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ بھی نہیں اور اس کا بیٹا بھی نہیں

www.paksights.com

سورۃ مریم کی آیت نمبر ۳۰ میں فرمایا حضرت عیسیٰ نے کہا کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں (اِنِّیْ عَبْدُ اللّٰہِ) انہوں نے فرمایا اے بنی اسرائیل اسی کی عبادت کرو جو میرا اور تمہارا رب ہے یعنی میں رب نہیں ہوں۔ (المائدہ: ۷۲) (آل عمران: ۵۱) (مریم: ۳۶) سورۃ النساء کی آیت نمبر ۱۷۲ میں فرمایا کہ مسیح علیہ السلام کے لئے اس میں کوئی مشکل یعنی ان کی شان میں کسی طرح کی کمی کی بات نہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں۔

مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ

میں تصدیق کرنے والا ہوں اس چیز کو جو مجھ سے قبل تورات میں تھی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ وہ شریعت موسوی کو مٹانے نہیں بلکہ اس کی تجدید و تصدیق کے لئے آئے ہیں۔ انجیل متی میں ہے کہ حضرت عیسیٰ نے فرمایا یہ نہ سمجھو کہ میں تورات یا نبیوں کی کتابوں کو مٹانے آیا ہوں میں انہیں مٹانے نہیں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔

آپ نے فرمایا میرے آنے کی خوشخبری توراۃ میں دی گئی تھی اب میں اپنے بعد آنے والے پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشخبری دیتا ہوں۔

سابقہ کتب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی پیشین گوئی

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آمد کی خوشخبری پہلی کتابوں میں دی گئی تھی۔ سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157 میں ہے وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں۔ اس رسول نبی امّی کی جنہیں اپنے پاس لکھا ہوا پاتے ہیں توراۃ میں انجیل میں۔

سابقہ انبیاء سے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانے کا وعدہ لیا گیا

سورۃ آل عمران آیت نمبر 81 میں ہے اللہ تعالیٰ نے تمام انبیائے کرام سے عہد لیا تھا کہ جب میں تمہیں کتاب و حکمت دوں پھر تمہاری نبوت اور تمہاری زندگی کے دوران میرا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے جو اس کی تصدیق کرتا ہو جو تمہارے پاس تمہاری شریعت کی صورت میں موجود ہے، تو تم اس رسول پر ضرور ایمان لاؤ گے اور اس کی ضرور مدد کرو گے۔ کیا تم اس کا اقرار کرتے ہو اور اس کام کے کرنے (اس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر ایمان لانا) پر میرے ساتھ عہد کرتے ہو۔ سب نے کہا کہ ہم اس کا اقرار کرتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا بس گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہوں میں ہوں۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری ہے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ کوئی بھی نبی ایسا نہیں آیا جس سے یہ وعدہ نہ لیا ہو کہ ان کی زندگی میں اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو وہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کریں گے بلکہ ہر نبی سے یہ وعدہ بھی لیا جاتا رہا کہ وہ اپنی اُمت سے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی رسالت پر (اگر آپ اس دوران مبعوث ہو جائیں تو) ایمان لائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کو تو اس کا علم تھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے کب مبعوث ہونا ہے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت و رسالت کی اہمیت کو واضح کرنا مقصود تھا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان انبیاء کی ذریعے سے ان کی اُمتوں سے عہد لیا جاتا رہا۔ ان انبیاء کی اُمتیں تو اب بھی موجود ہو سکتی ہیں۔

وَمُبَشِّرًا بِرَسُوْلٍ یَّاْتِیْ مِنْ بَعْدِی اسْمُهٗ اَحْمَدُ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے حضرت محمد ﷺ کی تشریف آوری کی خوشخبری دی

بخاری شریف میں صحیح روایت ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے بہت سے نام ہیں محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، ماحی

www.paksights.com

جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے کفر کو مٹا دیا۔ حاشر، آپ کے بعد میدانِ حشر بپا ہوگا، میں عاقب ہوں (بعد میں آنے والا) یہ حدیث مسلم شریف میں بھی ہے۔ ابوداؤد میں ہے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہمارے سامنے اپنے بہت سے نام بیان فرمائے۔ ان مذکورہ بالا اسمائے گرامی کے علاوہ آپ نے فرمایا میں مقفّی ہوں۔ میں نبی الرحمۃ ہوں میں نبی التوبۃ ہوں۔ میں نبی الملحمہ ہوں۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میں اپنے باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی پکار ہوں۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں (جو اس آیت میں دی گئی ہے) اور میں اپنی والدہ محترمہ کا خواب ہوں کہ انہوں نے خواب دیکھا تھا کہ ان کے جسم سے ایک نور نکلا ہے جس سے بصرہ کے محلات روشن ہو گئے۔

نجاشی (بادشاہ حبشہ) کے بیان سے بھی واضح ہوتا ہے کہ عیسائیوں کے ہاں ان کی کتاب میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تشریف آوری کی خوشخبری موجود تھی۔ نجاشی نے کہا تھا اے جماعت مہاجرین تمہیں مبارک باد ہو، تمہارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو مبارک ہو جن کے پاس سے تم آئے ہو میری شہادت ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے رسول ہیں۔ یہ وہی ہیں جن کے بارے میں خوشخبری ہم نے انجیل میں پڑھی ہے اور یہ وہی ہیں جن کی بشارت ہمارے پیغمبر حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے دی ہے۔ یہ سچے رسول ہیں۔

ابن کثیر لکھتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بعثت کے بارے میں پہلے انبیاء پیش گوئیاں کرتے رہے اور اپنی امتوں کو اپنی کتاب میں سے آپ کی صفتیں سناتے رہے اور ان کی اطاعت اور نصرت کا (اگر اس امت کی موجودگی میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مبعوث ہو جائیں تو) حکم دیتے رہے۔ آپ کی بعثت کی بات حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بشارت کے بعد مشہور ہوئی ورنہ بشارت تمام انبیاء کی کتابوں میں موجود تھی۔

انجیل یوحنا میں فارقلیط (یا پیرکلوطوس) کے نام سے بشارت اتنی واضح ہے کہ اس کا مطلب بجز احمد کے کچھ ہو ہی نہیں سکتا۔ بعض عیسائی اس پیشن گوئی کی موجودگی کا اقرار کرتے ہیں کہ اس کا اطلاق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کسی پر ہو ہی نہیں سکتا۔ (عثمانی)

احمد کا لفظی معنی بہت زیادہ تعریف کیا گیا ہے۔ بخاری میں روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میرے پانچ نام ہیں جو پہلی کتابوں میں بھی مذکور ہیں۔ ایک محمد اور دوسرا احمد ہے۔ موجودہ اناجیل میں ان ناموں کا موجود نہ ہونا اس وجہ سے ہے کہ تحریفات ہو چکی ہیں ورنہ ابتداءً یہ نام موجود تھے۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہ پرانے زمانے میں اس وقت کی زبان میں ہوں جن میں یہ کتابیں نازل ہوئیں تھیں اور ان کا عربی معنی محمد اور احمد ہو۔ اگر پہلی کتابوں میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آنے کا ذکر نہ ہوتا تو نزول قرآن کے وقت کے عیسائی یقیناً قرآن کے بیان پر اعتراض کرتے۔ مولانا وحید الزمان لکھتے ہیں کہ روما میں انجیل مل گئی ہے یعنی انجیل برنباس کہ اس میں صراحتاً نبی کریم کا نام مذکور ہے۔ یہ انجیل اس وقت لندن کے ایک کتب خانے میں موجود ہے۔ (بحوالہ اشرف الحواشی) مولانا عبدالحق حقانی نے لفظ فارقلیط کے ضمن میں آپ کے مبعوث ہونے کی پیشین گوئی پر تفصیل سے لکھا ہے۔

سوال نمبر 2

(ا)

ترجمہ: حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ فرض عین کے بعد دوسرا فرض حلال کمانا ہے۔

www.paksights.com

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں کسب حلال کی ترغیب دی گئی ہے اور پاکیزہ رزق کا درس دیا گیا ہے۔ انبیاء کو مخاطب کر کے اصل میں اُمتیوں کو یہ بات سمجھائی گئی ہے کہ اگر تم نے اطاعت و پیروی کرنی ہے تو انبیاء تمہارے لئے ایک نمونہ کی حیثیت رکھتے ہیں، اگر انبیاء رزق حلال کھائیں گے تو لا محالہ اُمتی بھی انہی کے نقش قدم پر چلیں گے۔

ارشاد ربانی ہے:

اے لوگو! پاکیزہ چیزوں میں سے جو ہم نے تم کو دی ہیں، کھاؤ اور سرکشی نہ کرو، ورنہ میرا غضب تم پر نازل ہوگا اور جس پر میرا غضب نازل ہوا بے شک وہ تباہ و برباد ہو گیا۔ (طٰہٰ: 81)

رزق حرام کی نحوست سب سے زیادہ یہ ہے کہ حرام رزق کھانے والے کی دُعا قبول نہیں ہوتی۔

موجودہ دور میں مسلمان اکثر اس بات کا اظہار ایک دوسرے سے کرتے ہیں کہ ہماری دُعائیں قبول نہیں ہوتیں، اس کی سب سے بڑی وجہ رزق حرام ہے، اکثر احادیث میں اس بات کی تائید آتی ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

خدا کی قسم جب بندہ رزق حرام کھاتا ہے تو چالیس روز تک اُس کا کوئی نیک عمل قبول نہیں کیا جاتا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

وہ گوشت جس نے حرام سے پرورش پائی ہو، جنت میں داخل نہیں ہوگا۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

مظلوم اور مسافر کی دُعا اور والد کی بددعا بیٹے کے حق میں ضرور سنی جاتی ہے۔ شرط یہ ہے کہ ان میں سے کوئی حرام نہ کھاتا ہو۔

اِسلام کا نظریہ معاش بالکل واضح ہے کہ کسی کا حق کھانے والا کبھی مطمئن اور پرسکون زندگی بسر نہیں کر سکتا، اس لئے موجودہ دور میں کسب حلال کی اہمیت اور بڑھ گئی ہے۔

(ب)

ترجمہ: حضرت ابو سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا، سچا اور ایمان دار تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ (ترمذی)

تشریح:

حلال روزی حاصل کرنے کے بہت سے طریقے ہیں، ان میں سے تجارت، زراعت، صنعت و حرفت اور ملازمت وغیرہ چند مشہور اور نمایاں طریقے ہیں۔

رسول اکرم ﷺ نے فرمایا۔

اِنَّ اَطْيَبَ مَا اَكَلْتُمْ مِنْ كَسْبِكُمْ. (الحدیث)

ترجمہ: "جو اپنے قوت بازو سے کما کر کھاتے ہو، وہ سب سے پاکیزہ روزی ہے۔"

www.paksights.com

حافظ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں۔ رسول اکرم ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے بارہ سال تجارت کی تھی۔

اسلام میں تجارت کی اہمیت ارکانِ اسلام سے بھی زیادہ ہے۔ اگر معاش کے ذرائع شفاف نہیں ہوں گے تو ایمان اور عبادت دونوں قابل رد ٹھہریں گے۔

اسلام میں امین تاجر کا مقام:

اس لئے اس حدیث میں امین تاجر کو انتہائی بلند مقام دیا گیا ہے۔ اسلام میں سب سے بلند مقام انبیاء کا ہوتا ہے۔ جو اللہ کی زمین پر اللہ کے نمائندے ہوتے ہیں۔ ان کے ماننے یا نہ ماننے پر ہدایت اور بخشش کا انحصار ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا پیغام ان کے ذریعے انسانوں تک پہنچتا ہے۔

صدیق:

دوسرا مقام صدیقین یعنی سچے لوگوں کا ہوتا ہے۔ یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو پیغمبروں کے جانشین ہوتے ہیں۔ ان کی زندگی کا ہر پہلو سچائی کی عملی گواہی ہوتا ہے۔ اس لئے یہ لوگ اللہ کو بہت پیارے ہوتے ہیں۔ اسلامی تاریخ میں اس کی مثال حضرت ابوبکرؓ ہیں۔ ان کو صدیق کا درجہ اس لئے ملا کہ انہوں نے نبی ﷺ کے واقعۂ معراج کی بلاتردد تصدیق کی، جبکہ کفار مذاق اُڑاتے تھے۔

شہید:

اس کے بعد شہید کا درجہ ہے۔ ان کا مقام تیسرا ہے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اللہ کی راہ میں جان دے کر اسلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ اس سے زیادہ قربانی کوئی نہیں دے سکتا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ''جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے جائیں، انہیں مردہ مت کہو، بلکہ وہ تو زندہ ہیں، لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں''۔

امین تاجر:

اس کے بعد امین تاجر کا مقام ہے۔ اس کا انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ایک صف میں کھڑے ہونا اس کے بلند قسمت ہونے کی دلیل ہے۔

میدانِ تجارت اور اس کی آزمائشیں:

میدانِ سیاست کے بعد سب سے اہم اور مشکل میدان ایوانِ تجارت ہے، اس لئے کہ بازارِ تجارت میں جھوٹ، جھوٹی قسمیں، کم تولنا، ذخیرہ اندوزی، رشوت، وعدہ خلافی عام ہوتی ہے۔

تاجر کی خصوصیات

سچا انسان:

تاجر کی خصوصیات میں سے ہے کہ وہ سچا ہو، جس میں زبان کی سچائی، دل کی سچائی، عمل کی سچائی آتی ہے۔

امانت داری:

اللہ تعالیٰ حکم دیتے ہیں۔

إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُكُمْ أَنْ تُؤَدُّوا الْأَمَانَاتِ إِلَىٰ أَهْلِهَا (نساء:58)

ترجمہ: ''اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ تم امانت والوں کو ان کی امانتیں ادا کردو۔''

سوال نمبر 3

ہجرت مدینہ کے اسباب

ہجرت مدینہ کی اہمیت:

تاریخ اسلام میں ہجرت مدینہ کو بڑی اہمیت حاصل ہے۔ بظاہر اس سے مسلمانوں کی بے بسی اور کمزوری کا اظہار ہوتا ہے' لیکن حقیقت میں یہ واقعہ اسلام کی قوت وشوکت اور عروج کی بنیاد بنا۔ گویا اسلام کا مرکز مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ منتقل ہوا۔ اسی عظیم الشان واقعہ سے ہجری سال کا نام پڑا۔ کاروانِ اسلام کا یہ سنگ میل ہے۔ جہاں محکومی ومظلومی ختم ہوتی ہے اور فرمانروائی کا دور شروع ہوتا ہے۔ ذیل میں ہجرت مدینہ کے اہم نتائج واثرات پیش کیے جاتے ہیں۔

پرامن ماحول:

کفار مکہ نے نہ صرف اسلام کو قبول کرنے سے انکار کیا تھا' بلکہ اُنہوں نے اہل ایمان پر بے پناہ ظلم وستم ڈھائے تھے اور اُن پر عرصہ حیات تنگ کر دیا تھا۔ ہجرت کے بعد مسلمانوں نے کفار کے ظلم وستم سے کلی طور پر نجات پائی اور اُنہیں مدینہ میں ایسا پرسکون وپرامن ماحول میسر آیا' جہاں وہ امن وچین سے زندگی بسر کر سکتے تھے اور اسلامی اعمال وعبادات کو آزادی کے ساتھ سرانجام دے سکتے تھے۔

اسلامی معاشرے کا قیام: ہجرت مدینہ کے بعد مسلمانوں کو یہ سنہری موقع ملا کہ وہ ایک اسلامی معاشرے کی تشکیل کر سکیں اور آپس میں اسلامی خصوصیات وروایات کا مظاہرہ کریں۔ مہاجرین نے اپنا گھر بار چھوڑ کر ایثار وقربانی کی بہترین مثال قائم کی۔ دوسری طرف انصار مدینہ نے اسلامی اخوت کا پورا پورا حق ادا کر دیا۔ اس طرح مہاجرین اور انصار کے یکجا ہونے سے ایک مثالی اسلامی معاشرہ وجود میں آیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی رہنمائی میں ایک ایسا مثالی معاشرہ تشکیل دیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

اسلامی ریاست کا قیام: اسلام محض چند رسومات کی ادائیگی کا نام نہیں ہے' بلکہ یہ ایک مکمل ضابطۂ حیات ہے جو سیاسی' معاشی' معاشرتی' اخلاقی غرضیکہ ہر شعبے میں مکمل رہنمائی کرتا ہے۔ اسلام ایک ایسے اقتدار اور قوت کا تقاضا کرتا ہے جو اُسے تمام دنیا کے نظاموں پر غالب کر دے۔ جیسا کہ ارشاد ربانی ہے:

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى	وہی تو ہے جس نے اپنے رسول ﷺ کو ہدایت
وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى	اور دین حق دے کر بھیجا تاکہ اس (دین) کو
الدِّيْنِ كُلِّهٖ (التوبہ: 33)	(دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کر دے۔

اس اقتدار وقوت کو حاصل کرنے کے لئے ایک الگ ریاست کا قیام ضروری تھا۔ چنانچہ مدینہ منورہ میں پہلی اسلامی ریاست کا قیام عمل میں آیا۔ مکہ میں مسلمان مظلوم تھے' اس لئے دین کے تقاضوں پر عمل نہیں ہو سکتا تھا۔ لیکن اب مدینہ میں مسلمان ایک حاکم قوم کی حیثیت اختیار کر چکے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے وحی الٰہی کی روشنی میں ایک مثالی اسلامی ریاست قائم فرمائی۔

www.paksights.com

اخوت کا مظاہرہ:

ہجرت سے پہلے مدینہ میں اوس اور خزرج قبائل برسر پیکار رہتے تھے۔ اسلام نے اُن کے یہ تفرقے مٹا ڈالے اور اُنہیں ایک لڑی میں پرو دیا اور یہ قبائل شیر و شکر ہو گئے۔ ہجرت نے ثابت کر دیا کہ علاقہ، رنگ و نسل، زبان، کوئی حیثیت نہیں رکھتے بلکہ تمام مسلمان ایک وحدت ہیں اور وہ وحدت توحید و رسالت ہے۔ پھر انصار و مہاجرین اخوت و ایثار کے ایسے رشتے میں منسلک ہو گئے کہ قرآن مجید میں ان کی مثال ان الفاظ سے دی گئی ہے:

وَيُؤْثِرُونَ عَلَىٰٓ أَنفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ (الحشر:۹)

وہ دوسروں کو اپنے اوپر فوقیت دیتے ہیں خواہ انہیں خود گھاٹے میں رہنا پڑے۔

اشاعت اسلام:

ہجرت سے اشاعت اسلام کی نئی راہیں کھل گئیں۔ مکہ میں تیرہ سال کی انتھک جدوجہد کے نتیجہ میں صرف چند گنے چنے افراد دائرہ اسلام میں داخل ہوئے جبکہ ہجرت کے بعد دس سال کے مختصر عرصہ میں اسلام تیزی کے ساتھ ہر طرف پھیلنے لگا اور روم و ایران میں بھی اس کی صدائیں گونجنے لگیں۔ رسول اللہ ﷺ کے تربیت یافتہ اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اسلام کا نور عرب کے گردو پیش میں پھیلا دیا۔

معاشی ترقی:

مکہ میں مسلمان کفار مکہ کے بے پناہ ظلم و ستم کے باعث معاشی طور پر پس کر رہ گئے تھے۔ وہاں اُن کے لئے تجارت، کاروبار اور حرفت کے دروازے بند تھے۔ اب مدینہ میں اُنہیں آزاد ماحول اور وسیع میدان میسر آیا۔ انہوں نے تجارت و کاروبار میں کافی ترقی کی اور اس طرح اُن کی معاشی حالت بہت بہتر ہو گئی۔

ایمان کی کسوٹی:

فتح مکہ سے قبل ہجرت ہی کو ایمان کی کسوٹی قرار دیا گیا۔ جو شخص اسلام لانے کے بعد مدینہ آ جاتا اُس کا ایمان پختہ تصور کیا جاتا، کیونکہ ہجرت بذات خود ایک کڑی آزمائش اور امتحان کی حیثیت رکھتی ہے اور یہ پیغمبروں کی سنت ہے۔

جہاد کی اجازت:

مکہ میں مسلمان مظلوم اور دبے ہوئے تھے۔ وہ صبر و استقامت سے کام لے کر ہر قسم کا ظلم برداشت کرتے تھے، اُنہیں ابھی تلوار اٹھانے کی اجازت نہیں دی گئی تھی۔ اب مدینہ میں اُنہیں ایسا ماحول میسر آیا، جہاں کفار کے خلاف جہاد کی تیاریوں کا موقع مل گیا۔ اسی لئے مدنی دور میں وہ آیات نازل ہوئیں جن میں ظالم کے ظلم و ستم کو ختم کرنے کے لئے میدان جہاد میں اترنے کا حکم دیا گیا۔ اسی جذبہ جہاد کے نتیجہ میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا۔

www.paksights.com

سن ہجری کا آغاز:

واقعہ ہجرت کی اہمیت کا اندازہ اس امر سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ جب امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دور خلافت میں اسلامی سن کی ضرورت محسوس کی گئی تو آپ نے اسے سن ہجرت سے شمار کرنا شروع کیا۔ اسی لئے اسلامی سال ہجری کہلاتا ہے، یہی اسلامی کیلنڈر ہے۔

یا

میثاق مدینہ کی دفعات

(پیپر 2014 سے سوال نمبر 3 کا جواب)

سوال نمبر 4

دنیا میں مغربی تہذیب کا غلبہ

مغرب اپنی جاری ترقی پر ناز کرتا ہے، جس کی بدولت وہ اسلامی تہذیب کو دبانے کی ہر ممکن کوشش کرتا ہے۔ اسلامی ممالک کا بلاک اس طاقت سے مرعوب ہو کر اس کے رنگ میں رنگتا ہے اور یا پھر دوسری صورت میں مدمقابل اتر کر حریف کی صورت اختیار کر لیتا ہے۔

پیغمبر اسلام ﷺ نے پورے جزیرۃ العرب میں اسلامی حکومت قائم کی۔ دنیا کی عظیم سلطنتوں قیصر و کسریٰ کو اپنے اندر ضم کر لیا یہ اسلامی تہذیب کا پس منظر ہے۔

1۔ مذہبی پس منظر:

اسلام دوسری صدی ہجری تک بڑی سرعت سے پھیلا نہ صرف موجودہ مشرق وسطیٰ اور افریقہ، مغرب میں مراکش، طرابلس۔ اندلس، تیونس، یورپ کے وسیع علاقہ کو فتح کر لیا بلکہ مشرق میں ایران، ترکستان، افغانستان، ہندوستان حتیٰ کہ دیوار چین تک فتوحات کیں۔ مسلمانوں کی اخوت و مساوات سے متاثر ہو کر لوگ اسلام قبول کر لیتے۔ مسلمانوں نے ایک عالمی تہذیب کے طور پر تمام ملکوں پر حکومت کی۔ پہلی جنگ عظیم تک عالم اسلام ایک سیاسی وحدت تھا۔ خلافت عثمانیہ کی شکل میں مسلمانوں کی ایک وسیع اور عظیم مملکت موجود تھی۔ جنگ عظیم کے بعد یورپ نے خلافت عثمانیہ کا خاتمہ کر کے اسکے حصے بخرے کر دیئے۔ اور مسلمانوں نے ہمیشہ دوسری تہذیبوں پر حکومت کی ہے۔

2۔ سیاسی پس منظر:

عیسائی اور یہودی سمجھتے ہیں کہ اسلام نے آ کر ان کے مذہب میں دراڑیں پیدا کیں ہیں۔ انہوں نے مسلمانوں کی عالی شان حکومت سے نفرت پیدا کیا اور یہ کہا کہ انہوں نے ہماری سلطنتوں کو تباہ کیا ہے تو اب ہماری باری ہے کہ ہم ان سے اپنی پستی کا بدلہ لیں۔ صلیبی جنگیں اسی تناظر میں لڑی گئیں۔

www.paksights.com

بیت المقدس کا حصول، وسائل پر قبضہ یہ تمام پالیسیاں اسی سے تعلق ہیں۔ یورپ و مغرب کی کوئی ایسی پالیسی نہیں جو مسلمانوں کے مفاد میں ہو۔ یہ صرف مسلمانوں اور غیر مسلموں کی جنگ نہیں بلکہ یہ مذہب کی بالاتری کو ثابت کرنے کے لیے سرتوڑ کوشش ہے اس سے مغرب میں ایسے ادارے بنائے گئے ہیں جو مسلمانوں کی کمزوریوں اور خامیوں کو دیکھتے ہیں اور ان کی خامیوں کے حوالے سے ان پر یلغار کرتے ہیں۔

3۔ تاریخی پس منظر:

اسلامی تہذیب اور مغرب کی تہذیب میں اسلام دشمنی کے عناصر بہت عرصہ پہلے بو دیے گئے ہیں۔

اسلام کو امتیازی مذہب ہونے کی حیثیت حاصل ہے لیکن اس کے مخالف اس کو کبھی بھی پھلتا پھولتا دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اندلس کے مسلمانوں نے ترقی کے جو سہانے دن گزارے تھے وہ انہیں پر بھاری کر دیئے اور وہ سزائیں دی گئیں کہ اس عروج کی داستانیں رقم کرنے والے قلم زوال کی داستانیں رقم کرنے لگے۔ تاریخی پس منظر میں ہمیشہ یہودیوں نے مسلمانوں کے خلاف یلغار کی اور مصائب کے پہاڑ توڑے کہ ان کی نفسیاتی جنگیں بھی اس عمل میں برسرپیکار ہیں آج بھی یورپ طاقت کے بل بوتے پر کمزور کو دبانے پر تلا ہوا ہے۔

4۔ مغربی تہذیب سے مرعوبیت:

مغربی تہذیب سے مرعوبیت کی وجہ سے مسلمان اپنے دین سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں اور ان میں اپنے دین کے لیے کوئی نرم گوشہ نہیں چھوڑا گیا۔ ان کو قومی ہیروز کی وہ مسخ شدہ تصویر دکھائی گئی ہے کہ وہ اپنے قومی ہیروز کو اپنا مجرم تصور کرتے ہیں۔ ان کے کارناموں کو اس قدر توڑ مروڑ کر پیش کیا جاتا ہے کہ مسلمانوں کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور وہ دنیاوی رنگینیوں میں رنگے ہوئے یورپ کے دلدادہ نظر آتے ہیں۔ اور اپنے ماضی کو نا پسند کرتے ہیں۔

5۔ مغرب کا مادہ پرستانہ رویہ:

مسلمان مغرب سے اس لئے بھی مرعوب ہیں کہ وہ اپنے مادہ پرستانہ نظریات کی بدولت معصوم مسلمانوں کے دلوں پر گہرے اثرات مرتب کرتے ہیں ان کے نظریہ ارتقاء نے ہر ذی روح کو مادے کی پیداوار قرار دے کر خدا کے وجود سے انکار کر دیا ہے۔ ان کے پیشوا لیڈروں نے انسانی نفسیات کو جنسی پیچیدگیوں میں الجھا کر انسانی فطرت اور سرشت میں نیکی کے تصور کی نفی کر دی ہے۔ منکرین کے نظریات نے اپنی تحقیقات کے قارئین کو خدا، روح اور اعلیٰ انسانی اقدار کے شعور سے محروم کر دیا ہے۔

6۔ مغربی تہذیب کا نفسیاتی دباؤ:

مغربی تہذیب نے نفسیاتی طور پر مسلمانوں کو غلام بنا لیا ہے۔ اور ان کے دلوں اور ذہنوں پر اپنے سکون اور دنیاوی ترقی کے وہ مناظر نقش کر دیے ہیں جس سے مرعوب ہو کر وہ اپنے ماضی سے کٹ کر ان کے غلام بننے کے لیے راضی ہو گئے ہیں۔ مذہبی طور پر ہمیشہ طاقتور کا مغلوب و کمزور پر نفسیاتی دباؤ محسوس ہوتا ہے اسی تہذیبی تصادم میں یہ نفسیاتی دباؤ **Psychological Pressure** بڑھتا جا رہا ہے۔

یا

مغربی و اسلامی تہذیب کا موازنہ

(پیپر 2014 سوال نمبر 4 کا جواب)

سوال نمبر 5

(۱)

توبہ کا مطلب ہے سر تسلیم خم کر دینا۔ جھک جانا، عاجزی و انکساری کے ساتھ اپنے کیے ہوئے گناہوں پر شرمندہ ہو کر اللہ کے حضور معافی کی التجا کرنا۔

(۲)

اور راز نہ ٹٹولو لوگوں کے عیب نہ تلاش کرتے پھرو بلکہ پردہ رکھو۔

(۳)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ۔

(۴)

بات کرے تو جھوٹ بولے، امانت میں خیانت کرے، وعدہ کی خلاف ورزی کرے۔

(۵)

حضرت ابوعبیدہ بن الجراح

(۶)

عیسائیوں کے تین خداؤں کے عقیدہ کو تثلیث کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ، روح القدس (جبرائیل) اور حضرت عیسیٰ ؑ۔

(۷)

توحید، اخوت و اتحاد، مساوات اور رواداری۔